مقالات

مولانا ابو عبد الرحمٰن شبیر احمد نورانی

تہذیبِ اطفال

کتاب و سنّت کی روشنی میں

اولاد کی پرورش کرنا

۱۔ نیک اولاد انسان کے لیے دنیا میں امن و سکون کا باعث ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ نیک اولاد کی دعا کرنی چاہیے!

ارشادِ ربانی ہے:

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ » (البقرة: ۱۸۷)

"اب تم اپنی بیویوں سے شب باشی کیا کرو، اور اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اسے تلاش کرو"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ: "مَا كَتَبَ اللّٰهُ" سے مراد اولاد ہے[1]" اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ اولاد کی صلاحیت والی عورتوں سے نکاح کا حکم دیا ہے:

" تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ " [2]

"زیادہ الفت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کیا کرو، کیونکہ میں تمہارے ذریعے سے دوسری امتوں کے مقابلے میں اپنی امت بڑھانے والا ہوں"

---

[1] تفسیر الطبری، ج ۲ ص ۹۹۔

[2] سنن ابی داؤد کتاب النکاح، باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء۔ سنن النسائی،
(بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

۲۔ نیک اولاد انسان کے لیے دنیا میں باعثِ امن وسکون اور مرنے کے بعد، اس کے لیے اولاد کی دعا موجبِ اجر وثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ" [1]

"جب انسان دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، البتہ تین طرح کے اعمال کا اجر جاری رہتا ہے۔ (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے فائدہ حاصل (۳) نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرے۔"

۳۔ اگر زندگی میں اولاد کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑ جائے، تب بھی والدین کو اجر ملتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"مَا مِنَ النَّاسِ مُسْلِمٌ يَتَوَفّٰى لَهُ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُمْ" [2]

"جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں، ان بچوں پر شفقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو بھی جنت میں داخل فرما دے گا!"

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

کتاب النکاح، باب کراہیۃ تزویج العقیم۔ سند قابلِ اعتماد ہے۔ اسی معنیٰ کی حدیث مسند امام احمد اور ابو حاتم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی بھی روایت موجود ہے۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات لہ ولد فاحتسب۔

"اَتَتِ امْرَاَۃٌ بِصَبِیٍّ لَّھَا، فَقَالَتْ: یَا نَبِیَّ اللّٰہِ! اُدْعُ اللّٰہَ لَہٗ، فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَۃً فَقَالَ: دَفَنْتِ ثَلَاثَۃً؟ قَالَتْ: نَعَمْ! قَالَ لَھَا، لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِیْدٍ مِّنَ النَّارِ" ؎۱

"ایک عورت اپنا بچہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس بچے کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں، میں تین بچے دفن کر چکی ہوں!" آپ نے دریافت فرمایا: "تین؟" اس نے کہا، "جی ہاں!" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "تب تو تم نے آگ سے محفوظ باڑ (حصار) بنا لیا ہے۔"

۴۔ بچیوں کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے، اس صورت میں انسان اپنے رب کا ناشکرا اور رضا و تقدیر کا باغی محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ لڑکے اور لڑکیاں بھی، عنایت کرنے والی ایک ہی ذات (وحدہٗ لاشریک ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ۝ اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اِنَّہٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ" (الشوریٰ: ۴۹-۵۰)

"زمین و آسمان کی بادشاہی صرف اللہ کے لیے ہے، جو چاہے پیدا کرے، جسے چاہے مؤنث (بچیاں) عنایت کرے، اور جسے چاہے مذکر (بچے) عنایت فرما دے، یا انہیں مذکر و مؤنث (بچے اور بچیاں) ملے جلے عطا کرے، اور جسے چاہے بانجھ بنا دے، بلاشبہ وہ (ہر چیز کو اچھی طرح) جاننے والا، قدرت رکھنے والا ہے!"

بچیوں کی آمد پر ناک منہ چڑھانا تو در حقیقت اخلاقِ جاہلیت کا مظہر ہے۔ قرآنِ حکیم نے اس صورتِ حال کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

؎۱ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل من یموت لہ ولد فیحتسبہ۔

"وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ" (النحل: ۵۸)

"اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔"

جبکہ اسلام نے بچیوں کی پرورش کو باعث اجر و ثواب قرار دے کر حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ مومن اس بات پر کبیدہ خاطر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ أَصَابِعَهُ" [۱]

"جس نے دو بچیوں کی جوان ہونے تک پرورش کی، تو میں اور وہ روز قیامت اس طرح آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا"

مزید ارشاد فرمایا:

"مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ" [۲]

"جس آدمی کی ان بچیوں کے مسئلے میں آزمائش ہو گئی، پھر اس نے ان پر احسان کیا، تو یہ بچیاں اُن کے لیے آگ کا بچاؤ بن جائیں گی۔"

بچیوں یا بہنوں کی پرورش اور تربیت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیماتِ مبارکہ میں متعدد بشارتیں اور خوشخبریاں موجود ہیں۔ [۳]

اکثر و بیشتر انبیاءؑ، بچیوں ہی کے والد تھے، اسی لیے امام اہل السنۃ احمد بن حنبلؒ

---

[۱] صحیح مسلم، کتاب البرّ والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات۔

[۲] صحیح بخاری کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمر۔ صحیح مسلم، کتاب البرّ والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات۔

[۳] مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو، صحیح بخاری، کتاب الادب۔ صحیح مسلم، کتاب البرّ والصلۃ۔ (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

کے ہاں جب بچی پیدا ہوئی تو فرماتے تھے:

"انبیاءؑ، بچیوں کے باپ تھے"

اور پھر اگر ہر گھر میں صرف لڑکے ہی پیدا ہوں تو معاشرتی نظام بُری طرح متاثر ہو جائے گا، کیونکہ نسلِ انسانی کا بقاء و تحفظ مرد و عورت ہر دو کے وجود اور قانونی طریقے سے ملاپ میں مضمر ہے۔ لہذا جس قدر لڑکوں کی ضرورت ہے، اسی قدر لڑکیوں کی بھی ضرورت ہے۔ امورِ خانہ داری، تربیتِ اولاد اور دیگر متعدد امور صرف عورت ہی بہتر طریقے سے انجام دے سکتی ہے۔ لہذا بچیوں سے نفرت جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا و قدر سے بغاوت ہے، وہاں معاشرے کو بھی تباہ کرنے کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جاہلیت کے ہر فتنے سے محفوظ رکھے! ——— آمین!

دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہنا:

۵۔ پیدائش کے بعد بچے کے کان میں اذان کہنی چاہیے:

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

"رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِيْ أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِيْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ" [1]

سنن ابی داؤد، کتاب الادب۔ سنن الترمذی، کتاب البر والصلة۔ الادب المفرد للبخاری اور مرویات ام المومنین عائشہ، انس بن مالک، ابوسعید، اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین۔ مسند الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ۔

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الصبی یولد فیؤذن فی اذنہ۔ سنن الترمذی کتاب الاضاحی، باب الاذان فی اذن المولود۔ اس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے۔ لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "شعب الایمان" للبیہقی میں مروی حدیث معاون بن سکتی ہے، لہذا ابی رافع والی حدیث قابلِ حجت و استدلال ہے۔ مزید تفصیل ملاحظہ ہو سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة، ص ۳۳۰-۳۳۱۔ حدیث ۳۲۱ (تالیف امام الحدیث محمد ناصر الدین الالبانی۔ بارک اللہ فی حیاتہ)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن بن علی کے کان میں اذان[۱] دیتے ہوئے دیکھا، جب وہ حضرت فاطمہ کی گود میں پہنچے۔ رضی اللہ عنہم!

۶۔ بچے کے کان میں اقامت (تکبیر) کہنے سے متعلق کوئی صحیح یا قابلِ اعتماد حدیث موجود نہیں ہے، جس کو بنیاد بنا کر یہ حکم ثابت کیا جا سکے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو فلسفہ اذان بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"جب بچہ لاشعوری میں سب سے پہلے توحید، رسالت اور نماز کی بات سنتا ہے، تو یہ گویا اسی طرح کی تلقین ہو جاتی ہے جس طرح دنیا سے الوداع ہونے والے کو تلقین کی جاتی ہے۔ ان کلمات سے انسان کے دل پر بھی اچھا اثر مترتب ہوتا ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ الفاظِ اذان سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور اس طرح بچے کی حفاظت کا بھی انتظام ہو جاتا ہے۔"

---

[۱] اس مسئلے سے متعلق دو حدیثیں موجود ہیں جن کو امام ابن قیم رحمہ اللہ نے نقل کر کے ضعیف قرار دیا ہے۔ ان دونوں کا حکم اس طرح ہے:

پہلی حدیث:

" مَنْ وُلِدَ لَهٗ مَوْلُوْدٌ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِهِ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِهِ الْیُسْرٰی لَمْ تَضُرَّهٗ اُمُّ الصِّبْیَانِ "

"جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا، پھر اس نے اس بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی تو اسے "ام الصبیان" (کی بیماری) نقصان نہیں دیتی۔"

اس حدیث کو ابن السنی نے ص ۲۰۰ پر روایت کیا ہے، لیکن یحییٰ بن العلاء اور مروان بن سالم کی وجہ سے حدیث موضوع قرار پاتی ہے، لہٰذا کسی لحاظ سے بھی استدلال جائز نہیں۔

دوسری حدیث:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

" اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ یَوْمَ وُلِدَ وَاَقَامَ فِیْ اُذُنِهِ الْیُسْرٰی " (بقیہ حاشیہ ص ۳۱ پر)

گھٹی دینا :

۷۔ ہر پیدا ہونے والے کو کسی میٹھی چیز سے گھٹی دینی چاہیے، اور اگر کوئی صاحب علم و تقویٰ گھٹی دے کر دعا بھی کر دے تو بہت بہتر ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ :

" وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ "[۱]

میرے ہاں بچہ پیدا ہوا، میں اسے لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے اس کا نام ابراہیم تجویز فرمایا اور کھجور کی گھٹی دی"

اور ایک دوسری روایت میں ہے :

" وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ وَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَكَانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسَى "[۲]

" اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے حق میں دعا فرما کر مجھے دے دیا اور یہ حضرت ابو موسیٰؓ کا سب سے بڑا لڑکا تھا"

حضرت انسؓ، حضرت ابو طلحہ (رضی اللہ عنہما) کے بچے کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

"فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ : إِحْمِلْهُ حَتّٰى تَأْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ وَبَعَثَ بِهِ بِتَمَرَاتٍ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ أَمَعَهُ شَيْءٌ؟

" جس روز حضرت حسنؓ بن علیؓ پیدا ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی"

اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث بھی اس قدر ضعیف ہے کہ استدلال کے قابل نہیں، البتہ معاون ضرور بن سکتی ہے، تب ہی تو ہم نے اسے "ابو رافعؓ" والی حدیث کے لیے معاون قرار دیا ہے۔ لہٰذا اقامت کہنا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔

[۱] صحیح بخاری، کتاب العقیقۃ، باب تسمیۃ المولود ..... الخ صحیح مسلم کتاب الآداب، باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ ..... الخ

[۲] صحیح بخاری کتاب العقیقہ باب تسمیۃ المولود ..... الخ

قَالُوا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ" ؎۱

"حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا، "اسے اٹھا لو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ"۔ اور اس کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی کر دیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے لیا اور دریافت فرمایا، "کیا ساتھ بھی کچھ ہے؟" عرض کی، "جی ہاں، کچھ کھجوریں ہیں" آپؐ نے لے کر انہیں چبایا اور اپنے دہن مبارک سے نکال کر بچے کے منہ میں رکھ دیں اور عبداللہ نام رکھا۔"

نوٹ: اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نومولود کو کھجور سے گھٹی دینی چاہیے اور اگر کھجور دستیاب نہ ہو تو پھر جو بھی میٹھی چیز مل جائے، گھٹی دینے والا اسے خوب چبائے، حتیٰ کہ وہ اس قابل ہو جائے کہ نومولود نگل سکے۔ گھٹی دینے والا کوئی نیک آدمی ہو اور اگر نیک آدمی وہاں موجود نہ ہو تو بچہ اس کے پاس لے جایا جائے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ نیز اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ بچے کو پیدائش کے فوراً بعد گھر سے باہر نکالا جا سکتا ہے، اور جو لوگ چالیس روز تک گھر سے نکالنے سے منع کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا نہ کرتے۔ اور اگر لاعلمی کی بناء پر ایسا کر بیٹھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور راہنمائی فرماتے۔ جبکہ کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود کو معینہ دنوں تک گھر سے نکالنے سے منع فرمایا ہو۔

(مترجم غفر اللہ لہ ولوالدیہ وبارک فی حیاتہما بالخیر والایمان)

(جاری ہے)

؎۱ صحیح بخاری، کتاب الجنائز۔ باب من لم یظہر حزنہ عند المصیبۃ۔ صحیح مسلم کتاب الآداب باب استحباب تحنیک المولود عند ولادتہ۔